INTERNATIONAL PREMIER JOURNAL OF LANGUAGES & LITERATURE (IPJLL)
VOLUME 3, ISSUE 6, 2025 p-ISSN: 3007-2336 e-ISSN: 3007-2344

اردو نثر کے نمائندہ کورونائی نثر نگار

CORONA PROSE WRITER, REPRESENTATIVE OF URDU PROSE

Dr. Uzma Noreen
Uzma.noreen@gcwus.edu.pk
Lecturer, Urdu Department, G.C Women University, Sialkot, Punjab, Pakistan.

Abstract

Thus, several important books on Corona prose came to the fore, which require separate time and space to be mentioned in detail. However, a new edition of Shamsur Rehman Farooqi's novel *Kai Chand Thay Sar-e-Asmaan* appeared in the market. *Mera Dagestan* also received a new look. All three books were published by Book Corner, Jhelum. Toward the end of the year, two books by the renowned writer and travel author Mustansar Hussain Tarar were released, including his two novellas *Roop Bahroop* and *Shehr Khali Kocha Khali*, which immediately attracted attention. These books were published by Sang-e-Meel Publications, which undertook the responsibility of publishing several important works during the year. Tarar Sahib was also honored with the Josh Award this year. Private television channels, which had largely become indifferent to writers and literature, also reached out to Tarar Sahib in search of meaningful content, allowing viewers to access quality visual material. A television interview with Tarar Sahib also sparked a literary controversy; nevertheless, it is satisfying that literature and writers are once again being discussed on electronic media.

Keywords: *"Kai Chand Thay Sar-e-Asmaan", Corona prose, Mustansar Hussain Tarar, "Roop Bahroop", "Shehr Khali Kocha Khali", Shamsur Rehman Farooqi.*

Corresponding Author: Dr. Uzma Noreen (Lecturer, Urdu Department, G.C Women University, Sialkot, Punjab, Pakistan)

Email: **Uzma.noreen@gcwus.edu.pk**

کورونا ایک ایسی وبا تھی جس نے آناً فاناً پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھاچین کے شہر دوہان سے دسمبر ۲۰۱۹ء کو شروع ہونے والے ا س وائرس کی تباہی و بربادی کا اندازہ لگائیں کہ اس نے مارچ ۲۰۲۰ء تک تیس لاکھ انسانوں کو متاثر کیا اور لاکھوں تک موت کی دہلیز تک جا پہنچے۔اس حوالے سے ادبی منظر نامے پر اس وبا کو بڑی شدت کے ساتھ محصوص کیا گیا۔ شاعری کے میدان میں اس ضمن میں بہت کچھ لکھا گیااور سینکڑوں شعری مجموعے منظر عام پر آئے۔اس کے مقابلے میں ہم نمائندہ نثری تخلیقات کا مختصراً جائزہ لیں گے۔

کورونائی نثرکے نمائندہ نثر نگاروں میں ہماری نظر سب سے پہلے مستنصر حسین تارڑ پر پڑتی ہے جو پاکستان کے نمائندہ سفر نامہ نگار، کالم نگار اور مزاح نگار تسلیم کیے جاتے ہیں۔ تارڑ صاحب کی یہ خوبی ہے کہ بڑی روانی سے عصری موضوعات کو اپنی گرفت میں لے کر بڑی باریک بینی سے اس کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ وہ گزشتہ کئی دہائیوں سے اردو ناول کے حوالے سے شہرت کی بلندیوں پر فائز ہیں۔تارڑ صاحب ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں اور موجودہ سطور لکھتے آج تک اس میدان میں مصروفِ عمل ہیں۔ حالیہ دور میں ان کے کئی معرکہ آرا ناول منظرعام پر آکر ادبی دنیا میں تہلکہ مچا چکے ہیں۔جن میں "بہاؤ"، "خس وخاشاک زمانے"،"راکھ"،"قربت مرگ میں محبت"اورکرونائی نثری تخلیقات میں ایک اہم اضافہ"شہر خالی، کوچہ خالی"شامل ہیں۔

مستنصر حسین تارڑ کورونائی منظر نامے کے حوالے سے اپنی کتاب"شہر خالی ، کوچہ خالی"کے حوالے سے گفتگو کرتے رہے ہیں۔ وہ ادبی ادیبوں جیسے فہمیدہ ریاض کے حوالے سے ذکر کرتے رہے ہیں۔انہیں فہمیدہ ریاض کا ناول "قلعہ فراموشی"بہت پسند تھا۔ وہ اس ناول کا اکثرو بیش ترتذکرہ کرتے رہے ہیں۔وہ مصنفہ کے حوالے سے گفتگو میں فرمانے لگے کہ وہ کہتی تھیں کہ شاعری کے مقابلے میں نثرلکھنا مشکل کام ہے۔

کورونا کے حوالے سے وہ کہتے ہیں

"وہ کہتے ہیں کہ اس جبری فرصت یا تنہائی اسے جو نام بھی دیں،اس میں عام افراد کے ایک خوف اورڈر کا عنصر ہے۔ماحول میں ایک ویرانی اور تاریکی کا احساس گھلا ہوا ہے۔لیکن ادیبوں کے لیے یہ تنہائی نئی چیز نہیں ہے ۔میں گزشتہ کئی دہائیوں سے لکھ رہا ہوں اور میری مصروفیت مسلسل اور مستقل ہے۔ میں پابندی سے کئی گھنٹے ہر روز صرف لکھنے یا پڑھنے کا کام کرتا ہوں۔ یہ کام تب ہی ہو سکتا ہے جب آپ گھر میں رہیں گے اور پوری توجہ اس کام پر دیں گے۔اب کورونا کی وبا نے سب کو جبری تنہائی میں دھکیل دیا ہے۔پھر انہیں یہ زیادہ وحشت ناک یا اکتاہٹ بھرا کام محسوس ہو رہا ہے جن کے ہاں تخلیقی سرگرمی نہیں ہیں یا کو لکھنے پڑھنے کے کام سے وابستہ نہیں ورنہ اس ماحول میں بھی کام کرنے والے کام کر رہے ہیں (۱)"۔

یہ اقتباس ان کے ناول "شہر خالی، کوچہ خالی"کے حوالے سے خیالات پر مبنی ہے۔چوں کہ کورونا کی وجہ سے عام لوگوں کا ایک دوسرے سے میل ملاپ ناممکن تھا اس وجہ سے ہر بندہ اپنے گھر میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ جب کہ وہ اپنے بارے میں یوں کہتے ہیں کہ میں چوں کہ گھر میں گھنٹوں کام کرتا ہوں اس لیے کورونا کی قید تنہائی میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ وجہ یہ ہے کہ میں تو ویسے بھی تنہائی کا عادی ہوں۔ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں:

"میں نے بھی اس اضافی فرصت اور تنہائی کا فائدہ اٹھایا اور نیا ناول یا ناولٹ جو بھی کہیں، وہ لکھنا شروع کر دیا ہے۔ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کہانی کا رخ اختیار کرے گی اور یہ ناول بنے گا یا ناولٹ لیکن

کہانی لکھنا شروع کر دی ہے اور ا س کا موضوع کورونا ہی ہے البتہ ابھی تک اس کا نام طے نہیں کیا۔ امید کرتا ہوں کہ جب تک یہ وبا ختم ہو گی تب تک میری یہ کہانی بھی مکمل ہو چکی ہو گی۔"(۲)

بعد میں یہ کتاب اس وبا کے کچھ عرصہ بعد "شہر خالی، کوچہ خالی"کے عنوان سے منظر عام پر آئی۔کتاب کے ۲۱۵ صفحات ہیں اور ۲۰۲۰ء میں چھپی۔ پبلشر حسب سابق سنگ میل ہی ہے جو تارڑصاحب کی تمام کتب کے پبلشرہیں۔

اب ہم مستنصر حسین تارڑ کے ناول "شہر خالی، کوچہ خالی"پر چند سطور میں تبصرہ سپردِ قلم کرتے ہیں۔

ناول کا عنوان تارڑ صاحب نے ایک افغان شاعر امیر خان صوری کی پشتو نظم سے اردو میں ترجمہ کر کے منتخب کیا ہے۔ ناول میں کورونائی صورتِ حال کے باعث پرندوں کی یلغار پرمبنی ہے جس میں فاختہ اور چیل کو علامتی اور استعاراتی انداز میں پیش کر کے زندگی اور موت کے معنی دیئے گئے ہیں۔ ایک وباآتی ہے جس کی وجہ سے پوری دھرتی پانی سے بھر جاتی ہے اور فاختہ خشکی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔پانی آنے کی وجہ سے شہر خالی ہو چکا ہے اور ہر جگہ سکوت کا راج ہے۔اسی اثنا میں مختلف قسم کے پرندے منڈیر پر آ کر بیٹھنا شروع ہو گئے ہیں اور ایک بزرگ ان کو دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں۔اس حوالے سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"یہ محبت کرنے کے دن نہ تھے۔محبت مؤخر کرنے کے دن تھے، یہ تنہائیوں کے دن تھے۔ ایسی تنہائیاں جن کی کوئی حد نہ تھی۔ کون تھا جو پیشن گوئی کر سکے کہ ان کا انتقام سو برس میں ہو جائے گا۔شاید وقت کا اختتام ہو جائے پر یہ ان کی حدود سے بھی پار تک چلی جائے،ماورا ہوجائیں زمانوں اورقرنوں سے چھید کر دیں اور اس کائنات کی اَن دیکھی چادر میں اور کسی اور کائنات کی مسافتیں اختیار کرلیں۔"(۳)

ان پرندوں کو منڈیر پر اکٹھا دیکھ کر مصنف خیال کے نہاں خانوں میں چلا جاتا ہے اور وہ تصوراتی دنیا کے تانے بانے جوڑتا چلا جاتا ہے کہ دنیا کے اسٹیج پر اپنی مرضی کے کسی بھی کردار کے ذریعے سے ایک پیارا اور مدھر ڈراما کھلایا جا سکتا ہے۔اسی دوران اپنی نفسیات کے حوالے سے یہ بھی بات ذہن میں آجاتی ہے کہ موت، ناگہانی دکھ یا حادثے اور جنسی عمل کا آپس میں کیا رشتہ ہے ۔جس کا وہ ژونگ اور فرائڈ کے نظریات کی روشنی میں حل تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح ناول اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

کورونائی ادب کے حوالے سے ایک اور ادیب نقشبندی عمر نقوی بخاری ہیں۔انھوں نے بھی اس وبا کےاثرات ایک ادیب کی حیثیت سے محسوس کیے تو انھیں صفحہ قرطاس پر اتارا۔وجہ یہ ہے کہ ایک ادیب جس طرح دیکھتا اور جس طرح محسوس کرتا ہے چاہے وہ قدرتی آفات ہوں یا کوئی خاص قسم کے حالات وواقعات ہوں۔ اس ادیب کی اس خوبی سے قارئین سیکھتے ہیں اور اس کے تجربات و مشاہدات کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے اس کے دور کے حالات سے باخبر ہوجاتے ہیں۔ کورونا کے وقت دنیا کے جو بھی معاشی و سیاسی حالات، معاشرتی و سماجی معاملات، تمدنی رویہ ،قدرتی آفات و حادثات اور لوگوں کی عادات اور مزاج جو بھی سامنے آیا اس کو کو قلم بند کیا گیا ہے۔ اس وبا کے اثرات نے بعد میں کئی سالوں تک دنیا کو اپنی لپیٹ میں رکھا ہے۔زندگی کی گہما گہمی کو ساکت و جامد بنانے والی اس وبا نے جہاں لاکھوں انسانوں کو متاثرکیا وہاں کئی مسرتوں کو آہ و فغاں میں بدل دیا تھا۔ سڑکیں ویران ہوئیں ۔شہر در شہر اور گاؤں درگاؤں اس کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اسی نقطے کو مدنظر رکھ کر نقشبندی صاحب نے لکھا ہے اور اپنی تصنیف کا حصہ بنایا ہے۔

کورونا وبا کے حوالے سے محمد حنیف بھی خاصی اہمیت کے حامل ادیب ہیں۔انھوں نے بی بی سی اردو سروس کے ساتھ بھی ربط قائم رکھا۔وہ اردو انگریزی اور پنجابی زبانوں میں لکھتے ہیں۔اس کے علاوہ

وہ نیویارک ٹائمز کے لیے بھی انگریزی میں کالم لکھتے رہتے ہیں۔وہ کئی ناول، تھیٹر کے لیے ڈرامے اور کہانیاں بھی لکھنے والے ادیب ہیں۔ کورونائی ادب کے حوالے سے ان کے ایک ناول کا تذکرہ کیا جاتا رہا ہے ۔وہ خود اسی حوالے سےیوں لکھتے ہیں:

"کورونا وبا کی وجہ سے ملنے والی اس جبری فرصت میں حسنِ معمول سوائے اپنے پیشہ ورانہ کاموں کے کوئی خاص کام نہیں کر رہا کیوں کہ مزدوری بھی تو کرنی ہے۔میرا بیٹا چھوٹ ہے۔اس کے ساتھ کھلنے کودنے اور اس کو کھلانے پلانے میں وقت اچھا گزر جاتا ہے۔پھر اگر اضافی فرصت مل جائے تو میں کچھ کھانا پکان بھی کر لیتا ہوں،چپاتی سب سے زیادہ بہتر پکالیتا ہوں، نیا ناول لکھ رہا ہوں ۔البتہ ان دنوں اس لکھنے سے زیادہ دل نہیں چاہ رہا اسی لیے ادھورا چھوڑ رکھا ہے۔اس کا فی الحال کوئی نام بھی طے نہیں کیا ہے۔"(۴)

ڈاکٹرخاور چودھری کا تعلق اٹک کے شہر حضرو سے ہے۔وہ کثیر الجہت ادیب ہیں۔شاعری،کالم نگاری اور افسانہ نگاری ان کے خاص میدان ہیں۔ ان کا افسانوی مجموعہ "طلسم کہن"اس حساب سے خاص ہے کہ اس میں کورونائی ادب کو موضوع بنا کر اور اس میں صرف اسی موضوع پر افسانے شامل کیے گئے ہیں جو اس وبا سے پیدا شدہ صورتِ حال کی وجہ سے سماجی زندگی کے عوامل پر لکھے گئے ہیں۔

خاور صاحب حضرو کے ادبی میدان کے شہ سوار ہیں اور ۱۹۹۴ء میں اسی شہر کے ادبی رسالے "خاک"کے ناظم بھی ہیں۔انھوں نے ۱۹۹۸۱ء سے حضرو شہر سے ایک ہفتہ روزہ اخبار"ہفت روزہ حضرو"بھی جاری کیا۔ انھوں نے ۲۰۰۰ء میں ادبی رسالہ "سحر ناب"اور ۲۰۰۱ء میں ایک اور ہفت روزہ "تیسرا رخ"میں چیف ایڈیٹر بھی رہے۔۲۰۰۵ء میں روزنامہ"تعلم"کے بھی ایڈیٹر رہے ہیں ۔ملک کے مختلف رسالوں اور ڈائجسٹوں میں بھی دل جمعی سے لکھتے رہے ہیں۔ایک ادبی ماہنامے "سخن ور"کے ساتھ بھی ادبی سفر میں شریک رہے۔ان کے افسانوی مجموعہ "طلسم کہن"کے حوالے سے عامر سہیل یوں لکھتے ہیں :

"خاور چودھری اصل میں ایک ایسے باہمت اورذمہ دار تخلیق کار ہیں جن کا ہاتھ سماج کی نبض پر ہے اور وہ اس کی ہر کیفیت کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ ان کی مستقل بینی بھی ہے کہ نئے افسانے کے مسائل اور میالانات کو اجتہادی سطح پر پرکھ سکتے ہیں۔اس مجموعے میں حقیقت نگارئی کا وہ تیکھا انداز شامل ہ ے کس کی ایک جہت تو انسانی وجود کی پیچیدہ صورت کو منکشف کرتے ہیں تو دوسری جہت ادب اورفن کے تقاضوں میں نئی روح بھی پھونکتی نظر آتی ہے۔یہ کورونائی افسانے کسی ہنگامی تحریک یا رجحان کے زیرِ اثر تخلیق نہیں ہوئے بلکہ اس وژن کی بدولت معرض تحریک میں آئے جس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ایک بڑا اور پختہ کار لکھاری ہی کر سکتا ہے۔"(۵)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خاور صاحب نے اپنے اس مجموعے میں کورونائی صورتِ حال کی وجہ سے پیدا شدہ صورتِ حل سے وابستہ نئی اقدار، رجحانات، خدشات، تجربات اوراس المیہ کا ذکر کتنی دردمندی سے کیا ہے۔

کورونائی وبا کے تناظرمیں لکھے گئے ادب میں نوجوان لکھاری محمد طاہر اشتیاق کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہو گی۔انھوں نے اس وبا کی ہیبت ناکی اور تباہی کے حوالے سے ایک خوب صورت ناول "کیا کورونا کچھ نہیں؟"لکھا۔ جو ۵دسمبر ۲۰۲۱ء کو بل ہوم ، لاہورنے چھاپا۔ اس ناول میں انھوں نے کورونائی ماحول سے پیدا شدہ کہانی بیان کی ہے۔ جس وقت وہ یہ ناول لکھ رہے تھے اس وقت ان کی عمر صرف ۲۳ سال تھی۔ اس ناول میں پیش کی گئی ہیبت ناکی سے انسنا کے رونگھٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور اس طرح ایک حساس موضوع کے حوالےسے یہ ایک قابلِ قدر تحریر ہے۔ اس ناول سے ایک اہم اقتباس بیان کیا گیا ہے :

"یہ وبا نہیں انسان کی تنہائی کا عکس ہے۔"(۶)

اس طرح اس کتاب سے کچھ مزید اقتباسات دیئے جاتے ہیں جن سے اس ناول کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔اقتباسات یہ ہیں:

"کورونا ایک بیماری نہیں، ہماری اجتماعی بےحسی کا نام ہے۔"
"یہ وقت انسان کو خود اس کے سامنے لاکھڑا کر دیتا ہے۔"
"خوف سے زیادہ خطرناک چیز خاموشی تھی۔"(۷)

اس ناول میں انھوں نے کورونا وائرس کو معمولی شے سمجھنے والوں پر طنز کیا ہے۔وجہ یہ ہے کہ یہ واحد بیماری تھی جو انسان کو اکیال و تنہا کرنے سے ٹلتی تھی۔جس کو لگ جاتی اُسے سب سے الگ قرنطینہ کر دیا جاتا تھا۔اسی طرح جس کو نہ بھی لگی تھی اُسے بھی احتیاط کی جاتی رہی تھی۔اس بیماری نے دنیا بھر کے لوگوں کے رویوں کو عجیب طرح کا بنادیا تھا۔خوف کی وجہ سے کوئی گھر سے نہ نکلتا تھا۔اگر نکلتا تو بھی سب سے الگ تھلگ رہتا۔اس طرح وہ کسی سے بھی ہاتھ ملانے اور اس کے قریب جانے سے ڈرتا تھا۔ غرض ایک عجیب سلسلہ تھا جس میں ہ چاہتے ہوئے بھی اپنے عزیزوں ، رشتہ داروں اور پیاروں سے دور رہنا مجبوری بن گیا تھا۔ اس دوریہ اور تنہائی سے ایک طرف رنجش اور سنگ دلی کو پروان چڑھایا تھاوہاں ہمیں اسی دوری میں فائدہ نظر آتاتھا۔کرونا وائرس اس قدر سنگ دل ہوگا کہ کسی کو دوسرے کے پاس جانے سے دور کرے گا۔ یہ تو کسی نے سوچا بھی نہ تھا۔ دوسرا یہ کہ اس وائرس نے دنیا میں اتنی تباہی مچائی کہ وہ آج تک دنیا کی خطرناک سے خطرناک بیماری بھی نہیں پھیلا سکی ہے۔اس نے ہمارے دماغوں کو ماؤف کر رکھاتھا اور بظاہر مائیکرو سکوپ سے نظر نہ آنے والا جرثومہ ایک قوی الجثہ خطرناک گینڈا بن کر رہ گیا تھا، جو انسان کو آہستہ آہستہ موت کی جانب کھینچ رہا ہو۔ یعنی اتنی طاقت ور بیماری جو پل بھر میں انسان کی پوری زندگی کو موت کے خطرناک جبڑوں میں دے دیتا ہے۔

کورونا وائرس کی وجہ سے ہمارے اہلِ قلم بھی کسی سے پیچھے نہ رہےاور انھوں نے اپنے قلم کے جرہر دکھا کر بیماری کے خلاف احتجاج ریکارڈ کرانے میں اپنا اہم کردار ادا کیا ہے۔اگرچہ اسی دنیا نے دنیا کو یہ پیغام دیا زندگی بہت معمولی شے ہے جو کورونا وائرس جیسی موذی بیماری کی وجہ سے آناً فاناً تباہ ہو سکتی ہے۔ لیکن ا سکے خلاف مختلف سطحوں پر جو مصنفین نے ادب کو ہی بدل ڈالا۔ اپنے پیاروں سے دوری اور اپنے چہیتوں کو قبر میں اتارتے ہوئے اہلِ قلم نے نم آنکھوں سے ایسی تخلیقات صفحۂ قرطاس پر ابھاریں جن کی وجہ سے پورا خطہ بلکہ پوری دنیا ہی خوف و دہشت کا شکار ہو گئی تھی۔ان اہلِ قلم نے مختلف تخلیقات جیسے ناول، افسانہ، ڈراما، شاعری غرض ادب کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی اور اس طرح قلمی جہاد کرنے میں اپنا مکمل حصہ ڈالا ہے۔ادیب قاری کو مایوسی اور قنوطیت سے نکال کر رجائیت کی طرف لے آتا ہے اور دکھ، درد اور مصیبت میں نئے نئے ادبی فن پارے دنیا کے سامنے لاتا ہے اور اس طرح وہ اس بیماری یا آفت یا دوری کے حوالے سے اپنے جذبات و مشاہدات پوری ادبی دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یوں یہ مصیبت زدہ دنیا ہمارے لیے گل و گلزار بن جاتی ہے۔

sحوالہ جات

۱. مستنصر حسین تارڑ سے مکالمہ، بحوالہ، اردو ادب کے معاصر میلانات، کورونائی نثر میں خوف کے عناصر کا تجزیاتی مطالعہ،(مقالہ غیر مطبوعہ)، شعبہ اردو، نمل یونیورسٹی،اسلام آباد، ۲۰۲۲ء،ص۹۸

۲. ایضاً

۳.

۴.

۵.

۶. محمد طاہر اشتیاق ، کیا کورونا کچھ بھی نہیں، بک ہوم،لاہور، ۲۰۰۱ء،ص۱۱۰

۷. ایضاً،ص۶۵۔۷۷۔۸۷